اللہ کی محبت کی خاطر مشکلات پر صبر کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مئی ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کی تلاوت کی:۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۳﴾

(الرعد:۲۳)

اور فرمایا:

گزشتہ جمعہ پہ جو رمضان سے پہلے جمعہ تھا میں نے جماعت کو کچھ نصائح کی تھیں کہ رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ ان امور کی طرف توجہ کریں۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے یہ اس خطبہ کا بہترین عنوان بن سکتی تھی اور حقیقت میں رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ جو پروگرام پیش نظر رہنا چاہئے وہ اس آیت میں تمام تر پیش کر دیا گیا ہے اور ہر رمضان کا یہ آیت بہترین عنوان بن سکتی ہے۔ ویسے تو مومن کی زندگی کا خلاصہ یہی ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے لیکن رمضان میں چونکہ خصوصیت کے ساتھ ہر نیکی اپنے عروج تک پہنچتی ہے یا توقع کی جاتی ہے کہ ہر مومن اپنی ہر نیکی کو رمضان مبارک میں عروج تک پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے مضمون کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

تقویٰ کی جو اعلیٰ تعریف میں نے جماعت کے سامنے رکھی تھی وہ بھی اس آیت میں مذکور ہے یعنی وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کی خاطر صبر کرتے ہیں یہاں اگر چہ تقویٰ کا نام نہیں لیا گیا مگر تقویٰ کے نتیجے میں ہی وہ اعلیٰ درجہ کا صبر حاصل ہوتا ہے جس کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بعض اور آیات میں اسی مضمون کو تقویٰ کا نام لے کر بھی بیان فرمایا گیا۔ خدا کی رضا کی خاطر، اس کی محبت میں صبر کرتے ہیں یہ ہے اس آیت کے مضمون کا آغاز۔

صبر کیا ہے؟ صبر کا مضمون اسلامی اصطلاح میں بہت وسیع ہے اس پر پہلے بھی میں بارہا روشنی ڈال چکا ہوں کہ اس میں صرف تکلیف کے نتیجے میں خاموشی اختیار کر لینا اور واویلہ نہ کرنا مراد نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی تعریف کے مطابق جو قرآن سے ماخوذ ہے۔ صبر نیکیوں پر استقامت اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ جس اچھی چیز پر ایک دفعہ ہاتھ ڈال بیٹھیں اس کو نہیں چھوڑنا اور کسی قیمت پر بھی حاصل شدہ نیکیوں سے منہ نہیں موڑنا۔ اس کا صبر سے کیا تعلق ہے؟ اچھی چیز جس کو انسان اختیار کر لے اسے آخر کیوں چھوڑے اور اس کے چھوڑنے کو بے صبری کیوں کہا گیا؟ اس کی دو وجوہات ہیں:۔ اوّل تو یہ کہ نیکی بہر صورت اچھی ضرور ہوتی ہے لیکن نیکی کو قائم رکھنے کے لئے کچھ محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ انسان کا سفر یا بلندی کی طرف ہوسکتا ہے یا ڈھلوان کی طرف۔ ڈھلوان کی طرف سفر کے لئے انسان کو کسی محنت کی ضرورت نہیں لیکن بلندی کے سفر کے لئے محنت کی ضرورت ہے اور جو بلندی بھی انسان حاصل کر لے اسے قائم رکھنے کے لئے بھی ایک محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔

تو اس لئے نیکیوں کے ساتھ صبر کے مضمون کو ہر جگہ قرآن کریم نے باندھا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ انفرادی طور پر کوئی اچھی عادت اختیار کرتے ہیں ان کو دنیا اس اچھی عادت سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کرتی۔ دنیا ایک عام انسان کی انفرادی نیکی کے خلاف کوئی مخالفت کی مہم شروع نہیں کرتی لیکن جو نیکی اللہ کی خاطر اختیار کی جائے اس کی ایک نمایاں پہچان یہ ہے کہ اس نیکی کے مقابل پر دنیا اس کے پیچھے پڑ جاتی ہے نیکی اختیار کرنے والے کے اور پورا زور لگاتی ہے کہ کسی طرح وہ اس نیکی سے ہٹ جائے۔ مثلاً یہ اعلان کے خدا ایک ہے، یہ ایک بہت ہی اچھا اور پیارا اعلان ہے اور کسی دوسرے کو تکلیف نہیں دیتا۔ کم سے کم اس کی ذات میں کوئی ایسی بات نہیں جو کسی کو تکلیف دے

سکے۔ اگر کسی کا عقیدہ ہے کہ خدا زیادہ ہیں اور کوئی شخص یہ کہے کہ خدا ایک ہے تو فطرتاً اور طبعاً اس کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے کیونکہ جس کے پاس زیادہ ہے وہ زیادہ پر خوش ہوگا۔ اگر واقعۃً زیادہ ہیں اور کوئی ایک پر راضی ہوتا ہے تو وہ دوسرا اسے بیوقوف سمجھے گا، محروم سمجھے گا۔ یہ سمجھے گا کہ ہیں تو بہت زیادہ یہ بیوقوف ایک پہ ہی راضی ہو گیا ہے لیکن اس پہ غصہ آنے کی کوئی وجہ نہیں۔

بہر حال تمام نیکیوں میں سب سے زیادہ بنیادی نیکی اپنے خالق کے وجود کا اعتراف اور یہ اعلان ہے کہ ہمارا ایک خالق اور مالک موجود ہے اور پھر یہ اعلان کہ وہ ایک ہی ہے اسی سے ساری طاقتیں، ہر قسم کی دوئی پھوٹتی ہے اور رفتہ رفتہ ایک ان گنت جہان دکھائی دینے لگتا ہے لیکن بنیادی طور پر آخری نکتے کے طور پر ہر چیز ایک ہی منبع، ایک ہی سرچشمہ سے پھوٹتی ہے، یہ ہے توحید کا اعلان۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس اعلان کی کتنی سزا آپ کو اور آپ کے غلاموں کو دی گئی اور یہ کوئی نئی کہانی نہیں تھی۔ ازل سے جب یہ اعلان ہوا ہے یہ سزا دی جاتی رہی ہے اور جب بھی یہ سزا دی جاتی ہے اس وقت آپ تلاش کریں تو وہ قرب نبوت کا زمانہ ہوگا۔ اس وقت یہ سزا کیوں دی جاتی ہے؟ بیچ کے زمانے میں یہ سزا کیوں ختم کر دی جاتی ہے؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ **لا الہ الا اللہ** تو وہی رہتا ہے لیکن ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ کا مضمون اس میں سے غائب ہو جاتا ہے بعض اوقات۔

قرب نبوت کے زمانے میں جب انسان **لا الہ الا اللہ** کا اعلان کرتا ہے تو اللہ کی محبت کی بنا پہ ایسا کر رہا ہوتا ہے۔ خالصۃً خدا کی رضا کی خاطر ایسا کرتا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی تقدیر اسے ابتلا میں ڈالتی ہے۔ اس وقت اس کی محبت اور اس کے خلوص کی آزمائش کی جاتی ہے، پرکھا جاتا ہے کہ واقعۃً اپنے عقیدے میں وہ سچا تھا بھی کہ نہیں لیکن اگر یہ اعلان رسماً ہونا شروع ہو جائے، اگر اس کا دل کے جذبات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے کہ ورثے میں یہ اعلان ملا ہے کوئی شخص یہ اعلان کرتا رہے تو آپ دیکھیں گے اس کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔

چنانچہ امت محمدیہ ﷺ میں دو زمانے ہیں جن میں اس اعلان کی مخالفت کی گئی ہے ایک اوّل زمانہ یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا آغاز اور پھر کچھ عرصہ تک اس کے بعد اور ایک وہ زمانہ جو ہمیں نصیب ہوا جس میں پھر یہ مخالفت شروع ہوئی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جب مخالفت ختم ہو جائے اس موضوع پر تو گویا یہ اعلان ہے کہ اس اعلان کے ساتھ جو دلی وابستگی تھی وہ بھی ختم ہو چکی

ہے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں نے یہ اعلان خالصۃً وجہ اللہ کے لئے کیا، اللہ کی رضا کی خاطر کیا اور اس کے نتیجے میں مخالفت شروع ہوئی لیکن وہ مخالفت رفتہ رفتہ دب گئی اور غائب ہو گئی کیونکہ اسی اعلان کی برکت نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے غلاموں کو غلبہ عطا فرما دیا۔

پس مخالف کی مخالفت کیونکہ تقویٰ پر مبنی نہیں ہوتی۔ وہ اس وقت تک مخالفت کرتا ہے جب تک اسے غلبہ نصیب ہو جب کمزوری کی حالت میں چلا جائے تو وہ مخالفت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد مخالفت تو دب جاتی ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ہی اللہ کی محبت اور اس کی رضا بھی مٹ جاتی ہے۔ اس لئے ایک لمبے عرصے تک یہ مضمون چلتا ہے لیکن جب میں کہتا ہوں کہ بعد میں یہ مخالفت ختم ہو جاتی ہے تو مراد یہ ہے کہ دراصل ایک نبوت سے دوری کے بعد چند نسلوں کے بعد یہی اعلان ایک رسمی اعلان بن جاتا ہے اور جب یہ رسمی اعلان بنتا ہے پھر کسی مخالفت کی ویسی ہی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اس دور میں جب کبھی انفرادی طور پر کوئی عشق کے نتیجے میں یہ اعلان کرے تو اس کی پھر مخالفت شروع ہو جاتی ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد احمدیت کی تاریخ تک اگرچہ مہم کے طور پر آپ کو درمیان میں یہ لاالہ الا اللہ کے خلاف مہم نظر نہیں آئے گی لیکن انفرادی طور پر اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے، خدا کے عشق کا گیت الاپنے والے اور خدا کو ایک کہنے والوں کے خلاف آپ کو بارہا مخالفت کی لہریں اٹھتی ہوئی دکھائی دیں گی جنہوں نے وقتاً فوقتاً امت محمدیہ میں بہت ہی تکلیف دہ ابواب کا اضافہ کیا ہے لیکن دو بدو لڑائی لاالہ الا اللہ کے اعلان کے ساتھ گویا قوم دو حصوں میں بٹ چکی ہو۔ ایک وہ جو مٹا کر چھوڑے گی اس اعلان کو اور ایک وہ ہیں اس کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت مستعد اور تمام جان کے ساتھ مستعد رہے گی۔ یہ وہ نمایاں پہلو ہے جو نبوت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کی بنیاد اللہ کی محبت میں ہے۔ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر جب بھی کوئی نیکی اختیار کی جائے گی اس وقت اس کی مخالفت ضرور ہو گی۔

پس آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کی ہر نیکی کا امتحان تھا۔ میں نے ایک مثال کے طور پر بنیادی نیکی کا ذکر کیا ہے مگر یہ مراد نہیں ہے کہ صرف اسی کی مخالفت ہوتی ہے۔ ہر نیکی جو دور نبوت میں کی جاتی ہے اس کی مخالفت ہوتی ہے، ہر حرکت جو انسان خدا کی رضا کی خاطر کرتا ہے اس کی

مخالفت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایک اور آیت میں اس مضمون کو بیان فرمایا کہ محمد مصطفی ﷺ اور محمد مصطفی ﷺ کے غلام کا اٹھنا، بیٹھنا، اوڑھنا، بچھونا سب خدا کے لئے ہو چکا تھا۔ ان کا تو یہ حال ہو چکا ہے کہ یہ جب وہ قدم اٹھاتے ہیں بازاروں میں تو ان قدموں کو بھی نفرت سے دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ایسا کام نہیں ہے جو وہ کرتے ہوں جس کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔

اس لئے یہ آیت رکھی گئی تا کہ یہ بتایا جائے کہ وہ لوگ جو خدا کے ہو جاتے ہیں ان کا ہر فعل نیکی بن جاتا ہے اور خدا کی خاطر جب نیکیاں اختیار کی جاتی ہیں تو ان کی مخالفت ایک لازمی چیز ہے۔ لازماً دشمن ان نیکیوں کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے وہ نیکی جو لِلّٰہ ہو اس کے ساتھ صبر کا مضمون ایک جزولاینفک ہے، نہ ٹوٹنے والا ایک مضمون ہے جسے کبھی آپ علیحدہ نہیں ہوتے دیکھیں گے۔ تبھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیۡنَ صَبَرُوا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِمۡ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے منہ کی خاطر۔ جس طرح ہم اردو میں بھی کہتے ہیں اس کے منہ کی خاطر، مراد ہے اس کی رضا کی خاطر یا اس کے پیار کے نتیجے میں، اس کی محبت کی وجہ سے کچھ نیکیاں اختیار کی ہیں یا کریں گے ان کو لازماً صبر کے ساتھ آراستہ ہونا پڑے گا یا صبر کے ہتھیاروں کے ساتھ ہتھیار بند ہونا پڑے گا ورنہ ان کے لئے یہ سفر مشکل ہو جائے گا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ محبت کا سفر بظاہر آسان دکھائی دیتا ہے اور کئی پہلوؤں سے بہت آسان بھی ہے لیکن محبت کا سفر مشکل بھی بہت ہوتا ہے۔ اس پہلو سے بہت آسان ہے کہ سوائے اس کے کہ اللہ کی محبت کی خاطر تقویٰ اور نیکی اختیار کئے جائیں تقویٰ اور نیکی اپنی ذات میں بہت مشکل ہو جاتے ہیں۔ پس وہی مضمون ہے کہ:

ہمارے واسطے راہ عدم بھی ہے اور یوں بھی

کسی پہلو سے دیکھیں تو صبر کی ضرورت بہر حال ہمیں پیش آتی ہے۔ اللہ کی محبت کے بغیر خشک دین کو اختیار کرنا ایک بہت ہی مصیبت ہے، زندگی عذاب بن جاتی ہے اور اللہ کی محبت کے بغیر اگر خشک دین ورثے میں مل جائے تو اسے اختیار کرنا مشکل تو نہیں ہوگا لیکن وہ دین بے معنی ہو جائے گا۔ جو عادتاً ملا ہو، جو ورثے میں ملا ہو جو پریڈ کی طرح انسان کر رہا ہو جس کا روح سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس دین کا ہونا نہ ہونا بے معنی ہے لیکن اگر کوئی بے دین ہو اور دین کی طرف سفر شروع کرے

اس کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو محبت کے نتیجے میں ایسا کرے گا یا زور لگا کر اپنی دماغی قوتوں سے کام لے کر اپنے اوپر پابندی عائد کرے گا۔ جو دماغی قوتوں سے کام لے کر پابندی عائد کرتا ہے نصیحت کو نصیحت سمجھ کر زبردستی اپنے اعمال میں تبدیلی چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بدی چھوڑنا بھی اور چھوٹی سی چھوٹی نیکی کو اختیار کرنا بھی کتنا مشکل کام ہو جاتا ہے۔ پوری زندگی کو تبدیل کر دینا زبردستی محض دماغی طاقت سے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن یہ کام آسان ہو جاتا ہے اگر عشق کے نتیجے میں ہو، اگر محبت اور پیار کی بناء پر ہو۔ تو کتنا ہی مشکل مرحلہ ہو وہ آسانی سے طے ہو جاتا ہے کیونکہ عشق میں ایک دیوانگی پیدا ہوتی ہے اس دیوانگی کے نتیجے میں مشکلات آسان ہوتی چلی جاتی ہیں۔

تو ایک طرف عشق ایک مشکل کو آسان کر رہا ہوتا ہے دوسری طرف عشق ہی کے نتیجے میں کچھ مشکلات پیدا ہو رہی ہوتی ہیں۔ اندرونی مشکلات حل ہو رہی ہوتی ہیں اور بیرونی مشکلات بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ حقیقت میں عشق اگر اللہ کا ہو یا دنیا کا ہو ہر جگہ عشق کے ساتھ ایک صبر اور ایک مشکل کا مفہوم ایک فطری تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس بارے میں کہا:۔

الا یا ایھا الساقی ادر کأساً وّ ناولھا
کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکلھا

کہ اے ساقی! پیالہ جام کو حرکت دو اور پیاسوں تک پہنچاؤ اس جام کو کیونکہ وہ عاشق جو تیری مجلس میں بیٹھے ہیں ان کو بظاہر عشق دیکھنے میں آسان نظر آیا مگر **ولے افتاد مشکلھا** مشکل ہے۔ عشق شروع میں تو آسان دکھائی دیا تھا پڑ گیا ہے تو بہت ہی مشکل دکھائی دیتا ہے۔ شراب کی طاقت کے بغیر گزارا نہیں ہے کہ اس مشکل کو انسان برداشت کر سکے۔ شراب کے پیالے میں غم ڈبوئیں تو پھر ہم زندہ رہ سکتے ہیں ورنہ اور کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی ایک پیالہ چلتا ہے اور وہ گردش میں آتا ہے مگر وہ خدا کی محبت ہی کا جام ہے، خدا کی محبت ہی کی مے ہے جس میں اپنے آپ کو ڈبونا پڑتا ہے:۔

نہاں ہو گئے ہم یار نہاں میں

(درثمین صفحہ: ۵۰)

یہ وہی مضمون ہے کہ جتنا زیادہ خدا کے عشق میں تکلیف پہنچتی ہے اتنا ہی خدا کے عشق

میں غرق ہونا پڑتا ہے اور وہی مے ہے جو آپ کو دنیا کے غموں سے نجات بخش سکتی ہے۔

پس قرآن کریم نے جب فرمایا وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ تو ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ کہنے سے پہلے صبر کا مضمون بیان فرما کر خود متنبہ کر دیا کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ لے کر اٹھے ہو اور خدا کی محبت کے نتیجے میں اپنی ساری زندگی کو ایک نیا رنگ دینے کا فیصلہ کر چکے ہو اس لئے ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ اس کے لئے صبر ضروری ہے۔ صبر کے بغیر تم اس مشکل راہ کو حل نہیں کر سکو گے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً یہ سارا کام آسان ہو جائے گا اگر خدا کی محبت کے نتیجے میں تم شروع کرو گے اور اگر صبر کی صفات سے مزین ہو گے۔ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ پھر تم نمازیں بھی قائم کر سکو گے اور کرو گے وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ایسے لوگ بھی ہیں جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور پھر خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً چھپ چھپ کر بھی اور اعلانیہ بھی وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور پھر وہ حسنہ کے ذریعے نیکیوں کے ذریعے اپنی برائیوں کو دور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ یہی وہ لوگ ہیں کہ انجام انہیں کا ٹھیک ہوگا انجام کار وہی لوگ غالب آئیں گے۔

یہ جو آخری ٹکڑا ہے آیت کا اس میں بتایا کہ مومن کے جہاد کی کامیابی کا تمام تر راز ان صفات میں ہے جو اس سے پہلے بیان کی گئی ہیں۔ صبر کی عادت، رضائے باری تعالیٰ خدا کی محبت کے نتیجے میں صبر کرنا اَقَامُوا الصَّلٰوةَ یعنی عبادتیں ادا کرنا خشک عبادتیں نہیں بلکہ ایسی عبادتیں جو محبت الٰہی کے نتیجہ میں ہوں اور محبت الٰہی کا سرور دینے والی ہوں۔ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ انفاق فی سبیل اللہ، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا لیکن رسماً نہیں یا دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خدا کی محبت کے نتیجے میں۔

یہی وجہ ہے کہ عَلَانِيَةً سے پہلے سِرًّا کا لفظ رکھ دیا۔ محبت کے نتیجے میں اگر خرچ کرتا ہے تو دنیا کو پتا لگے یا نہ لگے، کسی کے علم میں آئے یا نہ آئے اس کو قطعاً اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ جس کی خاطر خرچ کر رہا ہے اس کے علم میں آنا ضروری ہے۔ اس لئے فرمایا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا ان کا مخفی خرچ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ انہوں نے ایسا کام کیا تھا خدا کی رضا کی خاطر اس کے منہ کے لئے انہوں نے خدا کی راہ میں خرچ کیا تھا لیکن سِرًّا کافی نہیں ہوا کرتا بسا

اوقات قوم میں خرچ کی روح زندہ رکھنے کے لئے اعلانیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور اعلانیہ ایک دوسرے سے آگے بھی نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ لوگ جو سِرًّا خرچ کرنے کے عادی ہوں اگر وہ اعلانیہ بھی کریں تو کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ ان کا مخفی طور پر خدا کی راہ میں خرچ کر دینا انہیں ثبات قدم بخش دیتا ہے ان کی نیکیوں کو قائم کر دیتا ہے اور ان کے لئے خطرہ کوئی نہیں رہتا لیکن جو عَلَانِيَةً ہی کریں صرف ان کی حالت خطرے میں ہے کیونکہ ان کے عمل کے متعلق یقینی طور پہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عشق الٰہی کے نتیجے میں تھا یا کسی اور وجہ سے۔

اس لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ اس مضمون کو مسلسل قدم بہ قدم اور کھولتا چلا جاتا اور اندرونی روابط ایسے ہیں جو مضمون کے ایک حصے کو دوسرے سے ملاتے ہیں اور آپس میں کوئی تضاد نہیں۔ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور یہ لوگ حسنہ کے ذریعے برائی کو مٹاتے ہیں۔ برائی سے دشمنی فی ذاتہٖ ان کے معاشرے کی اصلاح کا محرک نہیں بنتی بلکہ نیکی سے محبت یہ محرک بنتی ہے۔اب دیکھیں یہاں حسنہ کا پہلے ذکر فرما کے اسی مضمون کو کس طرح مسلسل ایک نہ ٹوٹنے والے رابطے کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چونکہ محبت الٰہی ان کی ہر حرکت اور ہر سکون کے پیچھے کارفرما قوت ہے۔اس لئے یہ جب معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں تو نیکی کی محبت کی خاطر کرتے ہیں نہ کہ برائی کو مٹانے کا کوئی دعویٰ ہے کہ ہم برائیاں برداشت نہیں کر سکتے ہم ان کو مٹا کے چھوڑیں گے اور یہ عجیب بات ہے کہ قرآن کریم نے جہاں جہاں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا ہے وہاں حسنة کو پہلے رکھا ہے اور سیئة کو بعد میں رکھا ہے۔ الا ماشاء اللہ بعض اور مقاصد کو بیان کرنے کی خاطر ایک دو جگہ سیئة کا ذکر پہلے آیا ہے لیکن وہ مضمون الگ ہے۔

تو بہر حال یہاں مراد یہ ہے کہ مومن کی زندگی مثبت چیزوں پر مبنی ہوتی ہے کیونکہ اس کی نیکی اللہ کی محبت کے نتیجے میں ہے۔جس کی نیکی مثبت محرکات کی بناء پر قائم ہو اس کا ہر فعل، اس کی ہر حرکت اور اس کا ہر پروگرام اپنی ذات میں مثبت پہلو رکھتا ہے اور منفی پہلو نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں اس کے میں بیان کر چکا ہوں کہ اگر سیئة کو مٹانے کا دعویٰ لے کر صرف کوئی قوم اٹھے تو اس کے نتیجے میں تخریب کاری تو ہو سکتی ہے لیکن دنیا کا بہتر نقشہ نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے حسنہ کو پہلے رکھ کے یہ بیان فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی مثبت چیزیں ہیں دنیا کو دینے کے لئے تو اس طرح برائیاں دور کرو کہ ہر برائی

کے بدلے کوئی اچھی چیز آ جائے۔محض بری چیز کو مٹانے کا دعویٰ لے کر اٹھو گے تو ہو سکتا ہے جو کچھ دنیا کو حاصل ہے اس سے بھی اس کو محروم کر دو۔ ایک کھنڈر کسی کو برا لگتا ہے کئی پہلوؤں سے، اس کی عمارت کی شکل ہو یا ویسے اس خیال سے کہ یہاں چور بھی چھپ سکتے ہیں، یہاں کیڑے مکوڑے بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہاں جنگلی جانور بھی آ جاتے ہیں، اس کھنڈر کو مٹانے کے لئے دو طرح کے پروگرام ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کھنڈر کو مٹا کر اس کی جگہ اس سے بہتر عمارت بنائی جائے اور ایک یہ کہ بس برائی سے نفرت ہے ہم نے کھنڈر کو مٹا کے چھوڑنا ہے۔ بسا اوقات یہ دوسرا پروگرام انسان کو عام فائدوں سے بھی محروم کرتا چلا جاتا ہے۔کھنڈر کے کچھ نہ کچھ فوائد بھی ہوتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو وہ بعض غریبوں کے لئے پردے کا موجب بن جاتا ہے ان کے سر پر سایہ کر دیتا ہے جنگلی جانور بھی اس میں پناہ لیتے ہیں ان کا بھی تو آخر پناہ کا حق ہے۔

تو کھنڈر خواہ کیسا بھی بدنما ہو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا رہا ہے۔اسی طرح مذاہب ہیں۔ مذاہب کے بھی کھنڈر چلے آ رہے ہیں۔ ایک مومن جو جاہل ہو یعنی بظاہر مومن ہو لیکن حقیقت میں مومن نہ ہو قرآن کریم کے معارف سے ناواقف ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ مذہب ہمیں بڑا برا لگتا ہے کیونکہ یہ اصل نہیں رہا۔اصل عمارت جو تعمیر کی گئی تھی وہ بہت خوبصورت تھی اس لئے ہمارا حق ہے کہ اس کو مٹا دیں۔ قرآن کریم اس کو یہ حق نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے اگر کھنڈر ہے تو ہے لیکن تم تب مٹا سکتے ہو اگر ان لوگوں کے دل میں پہلے اسلام تعمیر کرو۔ اگر اسلام کی عمارت بناتے چلے جاؤ تو یہ کھنڈر خود بخود مٹتے چلے جائیں گے۔نیکی کے بدلے برائی دور کرو۔ فی ذاتہٖ برائی دور کرنا تمہارا مشغلہ نہیں نہ اس کی خاطر تم پیدا کئے گئے ہو لیکن ہاں ہر برائی کے بدلے ایک نیکی رکھ دو، ہر بدزیب چیز کی بجائے ایک حسن عطا کر دو اس مقام کو جہاں کوئی بدزیب چیز دکھائی دی تھی تو یہ تمہاری شان کے مطابق ہے اور فرمایا اگر اللہ کی محبت کے نتیجے میں تم نیکیاں اختیار کرتے ہو تو لازماً تمہیں یہی طریق اختیار کرنا ہو گا یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عُقۡبَی الدَّارِ ایسے لوگ ہی ہیں جو لازماً انجام کار غالب آنے والے ہیں۔

اس وقت جماعت احمدیہ بالعموم ایسے دور میں داخل ہے جہاں اس آیت میں بیان کردہ صفات جو مومنوں میں ہونی چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ اور زیادہ نمایاں ہوتی چلی جارہی ہیں، جلا پکڑ رہی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو منفی صفات

بیان ہوئی ہیں یعنی جو خوبیاں ہیں ان کے برعکس جو چیزیں ان خوبیوں کے مقابل پر صف آرا ہوا کرتی ہیں وہ بھی آج احمدیت کے دشمن میں پہلے سے زیادہ زور پکڑ رہی ہیں اور شدت اختیار کرتی چلی جارہی ہیں۔ گویا کہ حق اور باطل ایک دفعہ پھر ایک بہت ہی بڑے معرکے میں صف آرا ہو چکے ہیں جن معرکوں کا نتیجہ زندگی یا موت ہوا کرتا ہے۔ ایسے موقع پر جب اس قسم کی صف آرائی ہو جائے جبکہ دونوں طرف یہ فیصلے ہو جائیں کہ ہم اپنے مؤقف کو نہیں چھوڑیں گے جب نیکیوں پر قائم لوگ یہ عہد کر لیں کہ ہم صبر خدا کی خاطر اختیار کریں گے اور جو کچھ بھی ہو جو قیمت بھی ہمیں دینی پڑے ہم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا اور خدا کی محبت نے جو نیکیاں ہمیں عطا کی ہیں ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ تو اس کے مقابل پر دشمن اگر غالب ہے تو وہ لازماً پوری قوت صرف کرے گا کہ جس طرح بھی ہو اس مقام سے مومنوں کو ہٹا دیا جائے۔ یہ جب صف آرائی پوری قوت کے ساتھ ہوتی ہے، پورے عزم کے ساتھ ہوتی ہے تو پھر اس کا انجام لازماً یہ نکلتا ہے کہ ایک قوم زندہ رہتی ہے اور ایک قوم مرجاتی ہے۔ ایک قوم مٹنا شروع ہوتی ہے اور بڑی تیزی سے مٹنا شروع ہوتی ہے اور دوسری قوم کو خدا تعالیٰ مزید قوت عطا کرتا ہے اور قوت پر قوت عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال:۴۳) یہ وہ مضمون ہے فرماتا ہے کہ پھر زور کا فیصلہ نہیں ہوگا خدا کی تقدیر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے موقع پر بَيِّنَةٍ کے ذریعے فیصلہ ہوگا۔ جس کو دلیل زندہ رکھے گی، جس کو استدلال زندہ رکھے گا، جس کو حق زندہ رکھے گا وہ بہرحال زندہ رہے گا اور جس کے پاس نہ دلیل ہے، نہ حق ہے، نہ انصاف ہے اسے مٹنا ہوگا۔

پس یہ وہ دور ہے جس میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ بظاہر یہاں کسی صف آرائی کا ذکر نہیں فرمایا گیا تھا پہلے بعض صفات حسنہ اختیار کرنے کی تلقین تھی مگر انجام کار فرمایا یہی لوگ ہیں جو جیتیں گے، یہی لوگ ہیں جو بالآخر غالب آئیں گے۔ تو صبر کے لفظ میں جو باتیں پنہاں تھیں، جو جدوجہد مخفی تھی اس کا کھلم کھلا اظہار اسی آیت کے آخری ٹکڑے میں فرما دیا کہ صبر اس لئے کہ تم خدا کی محبت میں ایک عظیم جدوجہد میں داخل ہو چکے ہو۔ صبر اس لئے کہ تمہاری مخالفانہ طاقتیں تمہیں ضرور مٹانے کی کوشش کریں گی لیکن اگر تم ان نیکیوں کو پکڑے رہو گے، اگر تم ان نیکیوں سے وفا کرو گے اور ثبات قدم دکھاؤ گے تو خدا یہ فرماتا ہے أُولَئِكَ لَهُمْ

عُقۡبَى الدَّارِ یقیناً انجام کار یہی ہیں جو غالب آئیں گے ان کے حق میں یہ فتح لکھی جائے گی۔

پس جماعت احمدیہ جس نازک دور میں سے گزر رہی ہے مسلسل میری یہی تعلیم ہے کہ صبر کو **اس تمام وسیع معنوں کے ساتھ پیش نظر رکھ کر خدا تعالیٰ کی راہوں پہ وفا دکھائیں اور جس قدر بھی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں خدا کی خاطر برداشت کرتے چلے جائیں اور مایوس نہ ہوں۔** فتح آپ کے اپنے اختیار میں نہیں ہے، فتح عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور بعض دفعہ بہت وسیع فتح کے لئے وسیع محرکات جاری ہو چکے ہوتے ہیں جو اندر اندر کام کر رہے ہیں کہیں آپ کو نظر آ جاتے ہیں کہیں آپ کو نظر نہیں آتے لیکن قومی انقلابات کے لئے بعض دفعہ وسیع پروگرام خدا کے پیش نظر ہوتے ہیں اور ان وسیع پروگراموں کے انجام تک پہنچنے کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہے۔ بہت سے کمزور رستے میں ہی ہمت ہار بیٹھتے ہیں اور کنارے پہ بیٹھ جاتے ہیں یا رستے بدل لیتے ہیں۔

تو یہ سارا مضمون شروع سے آخر تک صبر کا متقاضی ہے اور رمضان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع فراہم فرما دیا کہ ہم اس صبر کو پہلے سے بڑھ کر اختیار کریں اور زندگی کے ہر شعبہ میں صبر کا نمونہ دکھائیں۔ رمضان کا دور وہ دور ہے جس میں تمام انسانی صلاحیتیں صبر چاہتی ہیں۔ زندہ رہنے کے لئے قوت کی ضرورت ہے، ایک انرجی (Energy) کی ضرورت ہے اور اس کے لئے پانی اور کھانا یا جو بھی شکلیں اس کی ہوں پانی کی بجائے دودھ ہو یا جن لوگوں کو جوس کی عادت ہے وہ جوس پیتے ہوں بہر حال انرجی جس کی انسان کو زندہ رہنے کے لئے ضرورت ہے اس کی مختلف شکلیں ہیں۔

رمضان شریف میں انسان ہر قوت سے جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے منہ موڑ لیتا ہے اللہ کے چہرے کی خاطر، اللہ کے منہ کی خاطر اور صبر دکھاتا ہے اور یہ صبر بعض ملکوں میں پیاس کی آزمائش کڑی پیش کرتا ہے اور بعض ملکوں میں بھوک کی آزمائش زیادہ کڑی شکل میں پیش کرتا ہے۔ جتنا آپ شمال میں جاتے چلے جائیں اتنے دن لمبے ہوتے چلے جاتے ہیں اور شدید بھوک میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔ بعض دوستوں نے مجھے لکھا ناروے سے پیچھے جب اور بھی دن لمبے تھے زیادہ گرمیوں میں روزے آرہے تھے کہ اتنا لمبا دن ہو گیا ہے اور دفتر میں کام کرنا ہوتا ہے یا بعض فیکٹریوں میں ہم نے کام کرنا ہوتا ہے کہ روزہ کھلتے کھلتے موت آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس قدر شدید تکلیف میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تو صبر وہاں بھی ضروری ہے اور پاکستان میں نسبتاً دن چھوٹے

ہیں مگر وہاں گرمی بہت شدید ہو جاتی ہے بعض دنوں میں اور اس طرح دن اور راتیں آپس میں بدلتے رہتے ہیں اور صبر کے پیمانے بھی ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

پھر اپنی عام عادات کو چھوڑ نا روزمرہ کی انسان کی بعض عادات ہیں بعض کھانے کی خاص قسم کی عادات ہیں بعضوں کو چائے کی عادت ہے، بعضوں کو اور کئی قسم کی عادات ہیں وہ ساری اس عرصے میں ترک کرنی پڑتی ہیں۔ پھر اپنی زبان پہ پہرے لگانے پڑتے ہیں، اپنی عادات کے روزمرّہ کے دستور کو بدل کر اس میں قرآن کریم کی تلاوت کو زیادہ داخل کرنا ہے، عبادتوں کو زیادہ داخل کرنا ہے، اگر پہلے خاص عبادت کی عادت نہیں تھی۔ جن کو پانچ وقت نہیں تھی پوری ان کو لازماً روزے میں پانچ وقت کی عبادت کرنی پڑتی ہے، جن کو تہجد کی عادت نہیں تھی ان کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑتا ہے۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر روزہ اثر انداز نہ ہو۔ میاں بیوی کے تعلقات ہیں اور دوستوں کے تعلقات ہیں سب پر روزے کا اثر پڑتا ہے اور ہر جگہ صبر کی ضرورت ہے۔

تو رمضان المبارک میں اپنے صبر کا پیمانہ بڑھائیں اور روزے سے خصوصیت کے ساتھ یہ فائدہ حاصل کریں اور ارادۃً اپنی تمام خواہشات پر اس طرح نظر رکھیں کہ ہر خواہش کی قربانی میں آپ کے صبر کا معیار پہلے سے بلند تر ہو جائے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے خدا تعالیٰ کی خاطر ایک جس طرح چھاؤنی میں فوجوں کو مہارت دی جاتی ہے اس طرح خدا کی رضا کی خاطر صبر کی مہارت کے دن ہیں یہ اور ہر طرف خدا نے مومنوں کے لئے چھاؤنی ڈالی دی ہے اس کا فائدہ رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہاں تو صبر کے ساتھ اس کو ذکر نہیں ہے مگر قرآن کریم نے دوسری جگہ صبر کے مضمون کے ساتھ دعا کو باندھا ہے اور جتنا زیادہ صبر بڑھے اتنا ہی زیادہ دعا میں رقت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض جگہ خدا تعالیٰ نے صبر کے مضمون کے ساتھ نصیحت کو باندھا ہے۔ **جتنا زیادہ صبر میں قوت پیدا ہو جائے اتنا ہی زیادہ انسان کی نصیحت میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور زیادہ اہل ہو جاتا ہے نصیحت کرنے کے اور وہ نصیحت جو صاحب صبر کرتا ہے اسے لوگ سنتے بھی ہیں اور اس نصیحت کا فائدہ بھی پہنچتا ہے کیونکہ نصیحت میں ایسا شخص ہارتا نہیں ہے۔**

تو جماعت احمدیہ کے قیام کے جتنے بھی مقاصد ہیں ان سب کا اس آیت میں بیان کردہ مضمون سے تعلق ہے اور رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر یہ آیت

حاوی ہو جانی چاہئے۔

جہاں تک دشمن کی کوششوں کا تعلق ہے رمضان مبارک میں کم ہونے کی بجائے وہ اور زیادہ منفی شکل میں بڑھ جاتی ہیں۔ جہاں تک کلمہ حق سے روکنے کے لئے اور نیکیوں سے باز رکھنے کے لئے معاندانہ کوششوں کا تعلق ہے وہ رمضان مبارک میں اور بھی زیادہ زور دکھانے لگتی ہیں کیونکہ ہر رمضان مبارک میں یعنی جہاں تک مسلمانوں کو تعلق ہے ایسے ایسے لوگ بھی مسجدوں میں پہنچنے لگ جاتے ہیں جنہوں نے کبھی سارا سال اپنی شکل نہیں دکھائی ہوتی مسجد کو یا مسجد کی شکل نہیں دیکھی ہوتی۔ وہ لوگ جو گھروں میں بھی نماز نہیں پڑھتے وہ بھی رمضان کے مہینے میں مسجد میں آنا جانا شروع کر دیتے ہیں اور پھر بعض جمعے تو ایسے آتے ہیں جبکہ سارے سال میں جن لوگوں نے ایک بھی نماز نہ پڑھی ہو وہ ان جمعوں میں پہنچ جاتے ہیں اور رمضان مبارک میں مسجدیں بھر کے ان کے صحن بھر کے اتنی جگہ بھی باقی نہیں رہتی کہ صحن میں انسان سجدے کر سکے باہر نکل جاتے ہیں، گلیوں میں خیمے تانے جاتے ہیں اور شامیانے جگہ جگہ آپ کو دکھائی دیں گے کہ آج یہ جمعۃ الوداع ہے اس لئے بڑی کثرت کے ساتھ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ یہ سارے لوگ کہاں تھے اس سے پہلے؟ جمعۃ الوداع سے پہلے یا بعض عام جمعوں میں بھی اگر وہ نمازی ہوتے تو ہر جمعہ پر یہی کیفیت ہونی چاہئے تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سارا سال غائب رہنے والے ہیں اور بعض جمعوں میں تو بہت ہی خصوصیت کے ساتھ یہ مسجدوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر ان کو اشتعال دلانے کے لئے بعض دشمنوں کو بہت ہی اچھا موقع میسر آجاتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے گھروں کو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے نام پر خدا کے بندوں سے نفرتیں پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے اور بھی زیادہ ہمیں صبر کی ضرورت پیش آئے گی۔ ساری دنیا میں کئی ایسی مساجد ہوں گی جنہیں محض خدا کے نام پر نفرت پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا اور نفرت ان بندوں سے جو خدا سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ عجیب کیفیت ہے دنیا کے پاگل پن کی کہ وہ لوگ جو خدا کے نام پر جیتے اور خدا کے نام پر مرتے ہیں جن کی زندگی کا ہر شعبہ اللہ کی محبت میں ڈوب چکا ہوتا ہے، جو خدا کی محبت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں، ان کے خلاف خدا کے نام پر نفرت کی تعلیم دی جاتی ہے اور رمضان مبارک میں یہ نفرت اور بھی زیادہ بعض اوقات جوش دکھانے لگتی ہے۔

اس لئے رمضان میں خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ کے صبر کی آزمائش بھی ہے اور جماعت احمدیہ کو صبر کی پریکٹس یعنی کوشش کر کے اس کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر جماعت ایسا کرے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا قرآن کریم سے صاف پتا چلتا ہے کہ **صابر لوگوں کی نصیحت ضرور اثر دکھاتی ہے۔ آپ کی نصیحت جو صبر کے نتیجے میں پیدا ہوگی اس میں بہت غیر معمولی قوت پیدا ہو جائے گی** اور جیسا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے صبر کرنے والوں کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں بہ نسبت بے صبروں کی دعاؤں کے۔

قرآن کریم نے عجیب طرح اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ بعض جگہ یہ فرمایا کہ شدید بے صبرا ہوگا تو اس کی دعا قبول کروں گا یعنی جسے مصیبت کی شدت بے صبر کر دے اور بعض جگہ یہ فرمایا کہ صاحب صبر ہیں جو صاحب عزم ہیں، صاحب صبر ہیں جن کے ساتھ خدا کی رحمت ہوتی ہے جن کی دعاؤں کو خدا قبول فرماتا ہے اور ان کے ساتھ رہتا ہے۔ تو بظاہر اس میں تضاد ہے لیکن درحقیقت تضاد نہیں ہے۔ جو خدا کی خاطر مستقل صبر دکھانے والے ہیں ان کی تو ہمیشہ دعائیں قبول ہوتی ہیں لیکن وہ لوگ جو صبر سے عاری ہوں ان کی ہمیشہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے ان کی اسی وقت ہوتی ہیں جبکہ مصیبت حد سے بڑھ چکی ہوتی ہے اور مضطر ہو جاتے ہیں وہ۔ کسی پہلو قرار نہیں آتا، چین نہیں آتا، تب وہ دعا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ چونکہ بے انتہا رحم کرنے والا ہے اس لئے وہ اس اضطرار کی حالت کو رحم کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان کی دعا قبول کر لیتا ہے۔

تو بظاہر قرآن کریم میں بے صبروں کی دعا قبول کرنے کا ذکر ہے لیکن حقیقت میں مراد یہ ہے کہ بے صبری اگر انتہائی دکھ کے نتیجے میں پیدا ہو تو جب بھی ایسا واقعہ ہو خدا تعالیٰ رحم کی نظر ڈالتا ہے مگر وہ رحم کی نظر اس واقعہ سے تعلق رکھتی ہے اور عام حالات میں وہ ایسا شخص جو بے صبرا ہو اور خدا سے بے تعلق ہو وہ اس رحم کی نظر سے محروم رہتا ہے لیکن صاحبِ صبر وہ ہیں جن کی ہر حرکت اور ہر سکون پر خدا کے پیار کی نظر پڑتی ہے۔ صاحب صبر وہ ہیں جن کی دعائیں دن کو بھی قبول ہوتی ہیں اور رات کو بھی قبول ہوتی ہیں، بیٹھے ہوئے بھی قبول ہوتی ہیں اور کھڑے ہوئے بھی قبول ہوتی ہیں، بستروں پر آرام کرتے ہوئے بھی قبول ہوتی ہیں اور راستہ چلتے ہوئے بھی قبول ہوتی ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرماتے ہیں کہ جب وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اس وقت

بھی ان کی دعائیں قبول ہو رہی ہوتی ہیں۔ وہ دعائیں بھی قبول ہو رہی ہوتی ہیں جو ابھی الفاظ میں ڈھلی نہیں ہوتیں۔ ایک محض تمنا بن کے دل میں کروٹیں بدل رہی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں بھی قبول فرمالیتا ہے۔

پس بے صبری کا انتظار نہ کریں یہ انتظار نہ کریں مصیبت انتہا کو پہنچے تو پھر جب خدا تعالیٰ کا رحم ایسا جوش مارتا ہے کہ کافر اور مومن ہر ایک کی دعا قبول کر لیتا ہے اس وقت تو آپ کی دعا سنی جائے گی۔ صاحب صبر بنیں تا کہ ہر حالت میں آپ کی دعا قبول کی جائے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اگر خدا تعالیٰ نے آپ کی فتح کا کوئی عظیم منصوبہ بنایا ہے اس کے وقت ٹل جائیں، اس کی ترتیب بدل جائے۔ جو وسیع تر منصوبے ہیں خدا تعالیٰ کے بعض مذہبی قوموں کی فتوحات کے وہ منصوبے اپنے خدوخال میں تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ ان منصوبوں نے بہرحال اسی طرح جاری رہنا ہے جس طرح خدا نے کسی قوم پر فضل کرنے کا فیصلہ فرمالیا ہے۔ ہاں اس کی تفاصیل میں خدا تعالیٰ کی رحمت کے سائے انسان کو سہارا دینے کے لئے جگہ جگہ میسر آنے لگتے ہیں۔

عیسائیت کی ابتدائی تاریخ پر آپ نظر کریں خدا تعالیٰ نے عیسائیت کی فتح کے لئے ایک بڑا وسیع منصوبہ بنایا تھا جو کئی صدیوں پہ پھیلا ہوا تھا اور اس کا کئی ممالک سے تعلق تھا اور پھر اس کا اثر ہزاروں سال تک جاری رہنا تھا۔ اس دور میں صاحب صبر ابتدائی عیسائی ایسے بھی تھے جن کا قرآن کریم نے انتہائی تعریف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جن کو آپ اصحاب کہف کے نام سے جانتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان صاحب صبر لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہو رہی تھیں؟ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے لئے تسکین کے سامان میسر نہیں آرہے تھے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ وقتاً فوقتاً ان کی دعاؤں کے نتیجے میں ان کے دشمنوں کو سزائیں نہیں ملیں؟ لیکن اس کے باوجود وہ منصوبہ تبدیل نہیں ہوا۔ جو اس کا وقت مقدر تھا وہی وقت مقدر رہا کیونکہ اس کے نتیجے میں انعامات میں بہت وسعت کے ساتھ ایک ایسی برکھا کے طور پر برسنا تھا جو ایک شہر یا ایک علاقے کے لئے یا ایک ملک کے لئے نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ پورے براعظم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اسی طرح ابتدائی عیسائیت کے ساتھ جب تک اس کا ایک حصہ صالح حالت میں رہا خدا تعالیٰ کا یہی سلوک رہا اور ایک وسیع منصوبہ تھا جس کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ کم و بیش تین سو

سال سے کچھ زائد عرصہ تک وہ منصوبہ جاری رہا اور بالآخر عیسائیت کی آخری فتح پہ منتج ہوا اور وہ ایسی عظیم فتح ہے کہ بہت کم مذاہب کو ایسی عظیم فتح نصیب ہوا کرتی ہے اتنی وسیع کہ عیسائیوں کو تقریباً ساری دنیا پر غلبہ نصیب ہو گیا اور اتنا لمبا عرصہ کہ نسلاً بعد نسلٍ وہ غلبہ نہ صرف جاری رہا بلکہ صدیوں کے بعد صدیاں جاری رہا، ہزار سال کے بعد ہزار سال جاری رہا۔ دوسری قوموں کے حالات بدل گئے وہ اسی دور میں پیدا ہوئیں ترقی کی اور پھر تنزل کا شکار ہو گئیں۔ صفحۂ ہستی پہ ابھریں اور بعض نقوش چھوڑ کر پھر مٹ گئیں لیکن یہ غلبہ ہے جو آج تک جاری ہے اور ابھی تک اس غلبہ سے جو بد شکل اختیار کر چکا ہے نجات پانے کی دوسری قوموں کو راہ نہیں نظر آ رہی۔

تو خدا تعالیٰ کے جو منصوبے ہیں وہ بعض دفعہ بہت ہی عظیم اور بہت ہی وسیع ہوتے ہیں اور انسانی زندگیاں اس کے مقابل پر بہت محدود بلکہ اتنی محدود ہوتی ہیں کہ ان کو اپنے کل کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ کل کیا ان کے لئے مقدر ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سایہ جو ہے غموں کا یا فکروں کا یہ تو ٹل ہی نہیں رہا کہاں گئے خدا کے وعدے؟ حالانکہ بعض وعدے ایسے ہیں جن کا دور سے تعلق ہے اور دیر سے تعلق ہے لیکن اس کے باوجود صاحب صبر لوگوں کو خدا اپنی رحمت کے چھینٹوں سے محروم کبھی نہیں رکھتا۔ اس لئے اگر اس تکلیف کے دور میں آپ صاحب صبر ہو جائیں گے تو خدا کی سکیم کا نقشہ تو نہیں بدل سکیں گے۔ جو وقت اس کے ہاں مقدر ہے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دین کے آخری غلبہ کا وقت اس وقت کو آپ آگے پیچھے نہیں کر سکیں گے۔ ایک تقدیر ہے جو خود بخود Unfold ہو رہی ہے اور وسیع تقدیر ہے لیکن اس آخری غلبہ کے انتظار میں آپ کا وقت اچھا کٹے گا۔ خدا کی محبت کی چاشنی آپ محسوس کریں گے زندگی میں، روزمرہ خدا تعالیٰ اپنے قرب کے جلوے آپ کو دکھاتا چلا جائے گا اور آپ کے صبر کو اسی دنیا میں اسی زندگی میں ایسے میٹھے پھل لگیں گے کہ محض وعدوں کے انتظار میں نہیں جیئیں گے بلکہ ان وعدوں کو اپنی زندگی میں کسی نہ کسی شکل میں پورا ہوتے بھی دیکھتے رہیں گے۔ چھوٹے پیمانے پر آپ کو وقتی غلبہ بھی نصیب ہوں گے چھوٹے پیمانے پر آپ کو خدا تعالیٰ کے قرب کے نشان اس طرح دکھائی دیں گے کہ آپ یقین سے بھرتے چلے جائیں گے یعنی آپ کے دل یقین سے بھرتے چلے جائیں گے کہ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں ایک زندہ قادرِ مطلق ہستی کی خاطر کر رہے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہے وہ کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ اس لئے صبر آسان ہو جائے گا اگر دعاؤں کے ساتھ للہ صبر

کریں گے تو یہ آسان ہو جائے گا۔ اگر للہ صبر نہیں کریں گے تو صبر تو پھر بھی کرنا پڑے گا اور یہی وہ آخری بات ہے جو میں کھول کر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ فرمایا کہ اللہ کے چہرے کی خاطر صبر، اللہ کے منہ کی خاطر صبر کرو یا وہ صبر کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ خدا کے منہ کی خاطر اگر مذہبی قومیں صبر نہ کریں تو کیا ان کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں؟ امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کے منہ کی خاطر صبر کرنا بہترین صبر ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں صبر خود آسان ہو جاتا ہے اگر خدا کے منہ کی خاطر صبر نہیں کریں گے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بعض منصوبے بڑے وسیع ہوتے ہیں ان کو آپ تبدیل نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دکھوں میں سے تو آپ کو پھر بھی گزرنا پڑے گا، ان مصیبتوں کا تو آپ کو پھر بھی شکار ہونا پڑے گا مگر یہ ایک بےلذت زندگی ہوگی تکلیف کی۔ تکلیف ہوگی مگر کوئی پیار کرنے والا اپنی رحمت کا پھایا آپ کے دل پر نہیں رکھے گا پھر۔

اس لئے صبر کریں اللہ کی محبت کے نتیجے میں اور یاد رکھیں اس کے بغیر صبر ہونا بھی نہیں آپ سے۔ تکلیف اٹھائیں گے واویلہ کریں گے اپنے ایمان کا نقصان کریں گے، اپنی جان کا نقصان کریں گے اور حاصل کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ ایسا دور ہے جہاں آپ کے لئے کوئی اور رستہ ہی باقی نہیں رہا ایک ہی رستہ ہے الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے منہ کی خاطر اس کے پیار کی خاطر صبر کر جاؤ اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کا پیار بڑھاتے چلے جاؤ پھر دیکھو گے کہ کس طرح خدا تعالیٰ کا فضل تمہارے اوپر سایہ بن کر آتا ہے وہ سایہ رحمت بن کر تمہارے ساتھ وفا کرتا ہے تمہیں کبھی نہیں چھوڑتا، تمہاری حفاظت فرماتا ہے اور یہ ایسا تجربہ ہے جس میں سے ہر صبر کرنے والا گزرتا ہے صرف جماعت نہیں گزر رہی ہوتی۔ کوئی بھی ایسا خدا کی خاطر صبر کرنے والا نہیں ہے جس کو اس صبر کے دوران اللہ کی رحمت کے پھل نصیب نہیں ہو رہے ہوتے۔ وہی رحمت کے پھل ہیں وہی خدا کے پیار کے پھل ہیں جو اس کی صبر کی تقویت کا موجب بنتے ہیں جو اس کے راستے کو آسان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس رستے کی جتنی بھی مصیبتیں ہیں اور جب تک بھی ہیں ہمیں ان کے لئے صبر عطا کرے اور اپنے پیار کا صبر عطا کرے، اپنی محبت کا صبر عطا کرے کیونکہ صبر ہے ہی وہی جو لینے کے لائق ہے جو قبول کرنے کے لائق ہے باقی صبر کی تو کوئی حیثیت اور کوئی وقعت نہیں ہے۔

خطبہ ثانیہ میں حضور نے فرمایا:۔

نماز جمعہ کے بعد کچھ فوت شدگان کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

پہلے مکرم علی بھائی پاراپیا جو کینیا کے رہنے والے تھے ۱۹۴۱ء میں اسماعیلیہ فرقہ سے احمدی ہوئے۔ کروڑ پتی خاندان تھا اور ان کے والد نے سختیاں بھی کیں اور کروڑوں کا لالچ بھی دیا چونکہ انہوں نے لالچ قبول نہیں کیا اس لئے ہر قسم کی دولت سے محروم بھی کر دیا لیکن خدا کے فضل سے ثابت قدم رہے اور بہت ہی نیک دعا گو انسان تھے۔ ان کی وفات کی وہاں سے اطلاع ملی ہے۔

مکرم محمد رفیق صاحب آف لاہور، محمد سعید صاحب انجینئر راولپنڈی کے والد تھے۔ محمد سعید صاحب کو ایک لمبا عرصہ خدام الاحمدیہ میں خدمت کی توفیق ملی ہے۔ قائد ضلع لاہور بھی ہوا کرتے تھے اور ویسے بھی سلسلہ میں مختلف کاموں میں ہمیشہ بڑے خلوص سے وقت دیتے رہے ہیں۔ ان کے والد کو میں جانتا ہوں بہت نیک اور سادہ مزاج انسان تھے اور اچھی تربیت کی ہے بچوں کی۔

فہمیدہ افضل صاحبہ بنت محمد افضل صاحب آف سرگودھا۔ ان کے لئے درخواست کی ہے مکرمہ اکبری اسماعیل صاحبہ جن کو انگلستان کے آپ سارے لوگ جانتے ہیں یہ ان کی بھتیجی تھیں جو عین جوانی کے عالم میں وفات پا گئیں۔

مکرم خلیل بٹ صاحب آف جموں کشمیر۔ ان کے لئے کشمیر سے نماز جنازہ غائب کی درخواست آئی ہے۔

طاہرہ فوزیہ کے متعلق مرزا محمد اکرم صاحب آف لیسٹر نے درخواست کی ہے کہ ۱۸ سال کی بہت نیک بچی ایف۔ اے کی طالبہ تھیں آگ کے حادثہ میں وفات پا گئیں۔

مکرم عبدالسلام خان صاحب ابن مکرم ملک عبداللطیف خان صاحب مردان کے متعلق ناظر صاحب اعلیٰ قادیان ملک صلاح الدین صاحب نے درخواست کی ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔ یہ ان کے ہم زلف تھے۔

اسی طرح مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم محمد ابراہیم صاحب فاروق آباد کے متعلق بھی درخواست کی گئی ہے۔

بشیراں بیگم صاحبہ اہلیہ محمد نواز صاحب سیکرٹری مال چک 9 پنیار جو موصیہ تھیں ان کے متعلق بھی نماز جنازہ غائب کی درخواست آئی ہے۔